حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ

اور

ذوقِ شعر و ادب

ہمہ وقتی کثیر اور بے پناہ مصروفیات اور مختلف الاثر کاموں کے باوجود آپ ذوق لطیفہ یعنی ذوق شعر و ادب سے آشنا رہے

حافظ محمد ابراہیم فانی استاذ دارالعلوم حقانیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کی جامع الصفات شخصیت ہر پہلو سے جاندار اور قدآور ہے۔ اگر ایک طرف آپ دریائے شریعت و طریقت کے شناور تھے تو دوسری جانب میدانِ علم و عمل کے شہسوار، اگر ایک طرف تصوف و سلوک کی خلوتوں کے امین تھے تو دوسری جانب کارزارِ سیاست کی جلوتوں اور جلوہ طرازیوں کے شناسا، اگر ایک طرف درس و تدریس جیسا سکون طلب مشغلہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا تو دوسری جانب اہتمام دارالعلوم جیسے آرام گریز کام کے ساتھ آپ کا روز و شب واسطہ رہا۔ ان تمام متنوع اور مختلف کاموں کے باوجود آپ ذوقِ لطیف یعنی ذوقِ شعر و ادب سے بھی آشنا رہے۔ گاہ گاہ آپ موقع و مناسبت کی وجہ سے شعر فرماتے تو کبھی سننے کی حد تک اس ذوق کی تسکین فرماتے۔ چنانچہ جب کبھی کسی جلسہ میں یا محفل میں کوئی نعت یا نظم خوش الحانی سے پڑھی جاتی تو آپ اس پڑھنے والے کی دادِ تحسین فرماتے۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں دارالعلوم دیوبند کا یہ ترانہ ؏

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے

سنایا گیا تو آپ اس کے سننے سے انتہائی محظوظ ہوئے اور ساتھ ساتھ آبدیدہ بھی، کیونکہ اس میں آپ کے اساتذہ کا تذکرہ بڑے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا وہ ترانہ سننے کے بعد آپ نے بندہ راقم سے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ کے لیے بھی ایسا ترانہ ہونا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ گستاخی معاف! اس طرح کا ترانہ شاید مجھ سے نہ بن سکے! یہ تو الہامی ترانہ ہے۔ اس میں الفاظ کی ندرت و برجستگی، تخیل کی بلندی، تاریخ کا تسلسل اور معانی کا جو سیلِ بیکراں رواں و موجزن ہے، اس تک مجھ جیسے غیر اہلِ زبان کی رسائی انتہائی مشکل ہے اس ترانہ کے چند اشعار بطورِ تبرک مکرر پیشِ خدمت ہیں ؎

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اِک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

خود ساقیٔ کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں
تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی رُوداد یہاں

کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رُک جاتے ہیں
اِس کاخِ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں

مہتاب یہاں کے ذرّوں کو ہر رات منانے آتا ہے
خورشید یہاں کے غنچوں کو ہر صبح جگانے آتا ہے

اِسلام کے اس مرکز سے ہوئی تقدیس عیاں آزادی کی
اس بامِ حرم سے گونجی ہے سو بار اذاں آزادی کی

جو شمعِ یقیں روشن ہے یہاں وہ شمعِ حرم کا پرتو ہے
اس بزمِ ولی اللّٰہی میں تنویرِ نبوت کی ضو ہے

یہ مجلس مے وہ مجلس ہے خود فطرت جس کی قائم ہے
اس بزم کا ساقی کیا کہیئے جو صبحِ ازل سے قائم ہے

جس وقت کسی یعقوبؒ کی لے اس گلشن میں بڑھ جاتی ہے
ذرّوں کی ضیا خورشیدِ جہاں کو ایسے میں شرماتی ہے

ہے عزمِ حسین احمدؒ سے بپا ہنگامۂ گیر و دار یہاں
شاخوں کی لچک بن جاتی ہے باطل کے لیے تلوار یہاں

رُومیؒ کی غزل رازیؒ کی نظر غزالیؒ کی تلقین یہاں
روشن ہے جمالِ انورؒ سے پیمانۂ فخرالدینؒ یہاں

ہر رِند ہے ابراہیمؒ یہاں ہر میکش ہے اعزاز یہاں
دندانِ ھُدیٰ پر کھلتے ہیں تقدیسِ طلب کے راز یہاں

امدادؒ و رشیدؒ و اشرفؒ کا یہ قلزمِ عرفاں پھیلے گا
یہ شجرۂ طیبؒ پھیلا ہے تا وُسعتِ امکاں پھیلے گا

خورشید یہ دینِ احمدؐ کا عالم کے اُفق پہ چمکے گا
یہ نور ہمیشہ چمکا ہے یہ نور برابر چمکے گا

یوں سینہ غمگینی پہ روشن اسلاف کا یہ کردار رہے
آنکھوں میں رہیں انوارِ حرم سینہ میں دلِ بیدار رہے

نوشہرہ کی مسجدِ تقویٰ میں سیرت النبیؐ کے جلسہ میں شاعرِ اسلامی انقلاب جنابِ سید امین گیلانی نے ایک نظم سنائی، حضرت الشیخؒ نے اس پر بھرپور داد دی اور ساتھ ہی دوسری نظم پڑھنے کی بھی فرمائش فرمائی۔

جب حضرت الشیخ رح کی اہلیہ محترمہ کا انتقال پُرملال ہوا تو بندہ نے آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر مرثیہ لکھا تھا، اس کا علم جب حضرت الشیخ رح کو ہوا تو علالت کے باوجود اس کے سننے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چنانچہ بندہ نے اسکے سنانے کی سعادت حاصل کی، اوران الفاظ پر جن سے تاریخ وفات نکلتی ہے' اس پر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ مطلع اور مادۂ سنِ وفات والے شعر ملاحظہ ہوں ؎

اے کہ تیری موت آئی صد پریشانی کے ساتھ
درد وغم کرب والم اورخانہ ویرانی کے ساتھ
اے کہ تو مغفورۂ مولا وکیل کائنات
تیری تُربت ہو منور لُطفِ ربانی کے ساتھ

اس میں "اے مغفورۂ وکیل" سے تاریخ وفات ۱۴۰۲ھ نکلتی ہے۔

علاوہ ازیں جب بندہ نے حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحۂ ارتحال پر عربی میں مرثیہ لکھا جو کہ "الحق" میں بھی شائع ہوا، بعد میں دیوبند سے ماہنامہ "الثقافۃ" (عربی) میں بھی شائع ہوا۔ تو مولانا قاری عبداللہ صاحب نے حضرت الشیخ رح کو اس کے متعلق کہا، اس پر حضرت الشیخ رحمہ اللہ نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا، اور پھر اس کے سننے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ سُننے کے بعد دعا سے نوازا اور پھر دیر تک حضرت حکیم الاسلام رح کے مناقب بیان فرماتے رہے۔ فرمایا کہ اس قصیدہ (رثائی) میں کوئی مبالغہ نہیں، بلکہ بندہ سے فرمایا کہ یہ تمام صفات و مفاخر تم نے جو اس رثائی قصیدہ میں ذکر کیے ہیں حقائق پر مبنی ہیں، اس میں شاعرانہ غلو نہیں۔ اس مرثیہ میں سے ان چند اشعار کے مکرر سنانے کی فرمائش کی اور پھر خود بھی اپنی زبانِ مبارک سے پڑھتے رہے۔ ملاحظہ ہوں ؎

وسیع الحلم مشہود الانام
قسیم العلم محمود المقام
وحید العصر لیس لہ ندیدٌ
جمیلٌ ذو احتشام واعتصام
خطیبٌ المعیٌ لوذعیٌ
نبیلٌ ماجدٌ فخر العظام
ونبراس الجہابذ والاکابر
واذکی النّاس من خاص وعام
وشیخٌ للشریعۃ والطریقۃ
وحجۃ ربّ قدوسٌ سلام
ہو الغواص فی بحر المعانی
فرید الدھر ذو العزّ الجسام
افاض الخیر فی برّ و بحرٍ
وفی شرقٍ وغربٍ بالتمام
وشمس العلم والعرفانِ حقا
محیّ السّنۃ الغرّاء وحام
فقدنا نقش شبیر و قاسم
دفنا عکس انوار الظلام
سلام الوجد من فانٍ بروحہ
وشوق الوصل فی یوم القیام

ایک دفعہ ایک صاحب نے حضرت الشیخ رح کو پشتو اشعار میں خط لکھا تھا، برادر محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب آپ کو خط سُنارہے تھے جب اس خط کی باری آئی تو فرمایا کہ خط ارسال کرنے والا کوئی صاحب ذوق معلوم ہوتا ہے، اس کو اس خط کا جواب اشعار میں دینا چاہیئے پھر مولانا حقانی سے فرمایا کہ مولوی ابراہیم کو بلاؤ۔ چنانچہ بندہ دفتر اہتمام میں حاضر ہوا، حضرت الشیخ رح نے اس خط کا تذکرہ فرماتے ہوئے بندہ سے متبسمانہ لہجہ میں فرمایا کہ یہ خط آیا ہے، دیکھو! میں نے خط پڑھا، پھر فرمایا کہ اس صاحب نے اپنے جذباتِ خلوص کا اظہار اشعار میں کیا ہے اگر تمہیں فرصت ہو تو اس کا جواب اشعار میں لکھو۔ پھر شعر و شاعری اور ذوقِ ادب کا تذکرہ چھڑ گیا تو فرمایا کہ آپ کے والد صاحب اور ہمارے صدر صاحب (راقم السطور کے والد مرحوم مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ) شعر و ادب کا عمدہ، نفیس اور ستھرہ ذوق رکھتے تھے۔ فرصت کے لمحات میں بارہا آپ نے موقع و مقام کی مناسبت سے فارسی کے بہترین اشعار سُنائے۔

اِسی طرح عالم اسلام کے نامور محقق، حنفی عالم استاذ عبدالفتاح ابوغدہ صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بندہ کو فرمایا کہ معزز مہمان کی دارالعلوم آمد پر ان کے حضور بطور شکریہ چند ترحیبی جملے لکھو۔ چنانچہ بندہ نے ایک صفحہ پر مشتمل ایک ترحیبی استقبالیہ لکھا، اس کے آخر میں بندہ نے یہ شعر لکھا تھا ؎

قلیلٌ منک یکفینی ولکن
قلیلک لایقال لہٗ قلیلُ

حضرت الشیخ رح کو جب وہ صفحہ دکھایا تو اس شعر کے ابراد سے بہت خوش ہوئے اور اس کو بار بار دہراتے رہے۔ بعد میں جب اُستاذ عبدالفتاح ابوغدہ صاحب کو حضرت الشیخ رح نے اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ استقبالیہ پیش کیا۔ تو حضرت الشیخ رح نے معزز مہمان کو فرمایا کہ گو آپ بہت قلیل وقت کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں اور ہم کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا ہے لیکن پھر بھی یہ لباغنیمت ہے کہ

آپ کے دیدار سے ہم، دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ اور عملہ و مدرسین شرفیاب ہوئے، پھر خود حضرت الشیخؒ نے آپ کو یہی شعر سنایا ؎

قلیلٌ منک یکفینی ولکن
قلیلک لا یقال لہٗ قلیل

معزز مہمان نے جب حضرت الشیخؒ کی زبان مبارک سے یہ شعر سنا تو وہ بھی بہت محظوظ ہوئے[1]

ذیل میں چند اشعار جو کہ آپ نے اپنے مواعظ، خطبات یا درس کے دوران ارشاد فرمائے، نذرِ قارئین ہیں۔ ساتھ ہی شعر کا وہ پس منظر بھی ہے جس پس منظر میں آپ نے وہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ اقتباسات بندہ نے دعوات حق جلد ۱، ۲ اور حقائق السنن سے لیے ہیں۔ امید

---

[1] استاذ عبدالفتاح ابوغدہ، علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں۔ عالم عرب میں حنفیت کے فروغ کے لیے دن رات کوشاں رہتے ہیں! کثیر التصانیف اور کثیر المطالعہ شخصیت ہیں۔ مشہور غیر مقلد عالم شیخ ناصر الدین البانی اور آپ کا اکثر تحریری مناظرہ ہوتا ہے۔ مہینہ میں تقریباً ہر دو شخصیات کا ایک ایک رسالہ نکلتا ہے۔ کثرتِ مطالعہ کی وجہ سے علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو دُودا لکتب (کتابوں کا کیڑا) فرمایا کرتے تھے۔
برصغیر کے علماء میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق کی حد تک مداح ہیں اور آپ کی مشہور کتاب الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ پر مبسوط تعلیق بنام التعلیقات الحافلۃ لکھی ہے جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ علامہ عبدالحی لکھنوی کو عالم عرب میں متعارف کرانے میں ان کی تصانیف کے بعد آپ (علامہ ابوغدہ) کا بہت بڑا دخل ہے۔
دارالعلوم حقانیہ کی آمد کے موقعہ پر بندہ نے آپ سے استفسار کیا کہ حضرت! اگر آپ حضرت العلامہ مولانا لکھنویؒ کی سوانح حیات، علمی اور تصنیفی کارنامو پر ایک مبسوط کتاب لکھیں تو اس کی انتہائی وُقعت ہوگی، کیونکہ آپ کے قلم کا عرب علماء میں ایک خاص مقام ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس پر کام شروع کیا ہے۔
دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ میں آپ نے نادر کتابوں کے بارے میں پوچھا تو مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ آپ کو اُس الماری کی طرف لے گئے جس قلمی کتابیں ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب نکالی، اسد اثق السحر اس کتاب کا نام ہے، ملک خوارزم شاہ کے ایماء پر مصنف نے یہ کتاب لکھی۔ آپ اسی کی ورق گردانی فرماتے رہے۔ ایک صفحہ پر آپ کی نظر جم گئی۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ، ناظم صاحب مولانا گل رحمٰن اور راقم السطور بھی ساتھ تھے۔ آپ نے ہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک عجیب شعر لکھا ہے، اس کا مطلب بیان کریں، شعر یہ تھا ؎

رایت عجیبًا فی بلادکم شیخًا وجاریۃ فی بطن عصفور

یہ شعر گویا ایک معمہ ہے۔ ہم خاموش رہے، پھر خود اس شعر کی تشریح فرمائی۔ انہی معموں سے بات چل نکلی تو راقم نے آپ کو عربی کے دو تین معمے سنائے جو کہ ہماری طلبہ برادری میں کافی مشہور رہیں۔ ایک یہ کہ ؎ اباحنی فتی شطرنج الشافعی —— (چونکہ بظاہر تلفظ میں یہ اباحنیفہ پڑھا جاتا ہے۔ تو اس سے مغالطہ ہوتا ہے کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں) —— اسی طرح ایک دوسرا معمہ بندہ نے آپ کو سنایا قد متنی زیدٌ فی المحراب —— علاوہ ازیں دو اور بھی تھے جو میرے حافظہ میں اب محفوظ نہیں۔ اس پر دیر تک گفتگو فرماتے رہے پھر بندہ سے فرمایا کہ یہ معمے مجھے لکھ کر دے دو، کچھ دیر بعد جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کی بیٹھک میں اُن کے پاس گیا لیکن وہ معمے میں نے قصدًا نہیں لکھے تھے، میں نے سوچا کہ یہ عظیم شخصیت بندہ کے ساتھ مزاح کر رہی ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے بندہ کو دیکھا تو فرمایا کہ کیا آپ نے وہ معمے لکھے ہیں؟ میں نے کہا کہ حضرت میں بھول گیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: انت رجلٌ نسّاء —— پھر اسی وقت بندہ نے وہ معمات لکھے، جب بندہ نے آپ کو وہ کاغذ دیا تو انہوں نے دوسرے کاغذ پر ایک معمہ بندہ کو لکھا اور اس کے نیچے اپنے دستخط فرمائے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

الشرع اعظم مرشد فی ظلمۃ الشبہ البھیمۃ
والعقل یقفوہ ولولا ہ لکنا کالبھیمۃ
فاتبعھما ولمن لحاک علیھما قل یابھیمۃ

اس کے نیچے آپ کے دستخط ہیں۔

کتبہٗ عبدالفتاح ابوغدہ فی دارالعلوم حقانیہ فی یوم الخمیس ۱۳ ربیع الاول سنۃ ۱۴۰۲ھ
والحمد للہ علیٰ فضلہٖ

(وفاق)

ہے باذوق قارئین اس انتخاب سے لطف اندوز ہوں گے:۔

ارشاد فرمایا: عشق کی یہ حالت اسلام میں "حج" سے تعبیر کی جاتی ہے اور روزوں کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہرِ حج شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آبیٹھا تو وہاں سے خیال آیا کہ خدا کا گھر اور محبوب کی تجلّیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے۔ تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفرِ حج پر روانہ ہو جاتا ہے۔ تصوّرِ یار میں مجنوں کی طرح نغمے الاپتا ہے کہ وہ عشق میں پرند چرند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

بِاللّٰہِ یَا ظَبِیَاتِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا
اَلَیْلَایَ مِنْکُنَّ اَمْ لَیْلٰی مِنَ الْبَشَرِ

اے آہوانِ صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے زمرے میں سے ہے ـــــ مگر اس عاشقِ حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔ لبّیك اللّٰھمّ لبّیك لا شریك لك لبّیك، انّ الحمد والنّعمة لك والملك لا شریك لك۔

(دعواتِ حق جلد ۱ صـ۶۱)

ارشاد فرمایا: عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے، جیسے پروانہ عاشقِ مجازی ہے شمع کا، تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی لَو میں غوطہ لگا کر جان دے دیتا ہے۔ ؏

کارِ عاشق خون خود بر پائے جاناں ریختن[1]

تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیتا ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ صـ۶۲)

ارشاد فرمایا: اطبّاء، حکماء اور بڑے بڑے ڈاکٹر جو صحت کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں وہ اسباب کے اختیار کرنے کے باوجود بیمار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں ـــــ تو حضرت آدمؑ نے ان (موسیٰؑ) کو تسلّی دی اور تقدیر کے سپرد کر دیا۔ مگر خداوند کریم نے جب استفسار فرمایا، پوچھا کہ دانہ کیوں کھایا تو ان کو یہ جواب نہ دیا کہ میری تقدیر میں آپ نے مقرر کیا تھا، بلکہ اعترافِ قصور فرمایا اور گڑگڑانے لگے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بدرگاہِ خدا آورد

(دعواتِ حق جلد ۱ صـ۱۵۸)

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب مرحوم شیخ التفسیر کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ چالیس پچاس سال تک قرآنِ پاک کا درس دیا۔ جب ہمارے دارالعلوم حقّانیہ کے طالبعلم دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر وہاں درس میں شرکت کرتے تو بے حد خوش ہو کر دعائیں دیتے، درس میں ایک ایک طالب علم بڑھنے سے خوش ہوتے۔ اور قرآن کی خدمت نے ان کو کیسا دوام بخشا کہ وصال کے بعد قبرِ مبارک کی مٹّی سے عجیب خوشبو لاکھوں لوگوں نے محسوس کی، دس بیس دن بعد میں نے خود جا کر قبرِ مبارک کی مٹّی سونگھی اور ایک عجیب کیفیت پائی ؎

جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے چھ ماہ تک خوشبو آتی رہی جو حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکات کا ظہور تھا۔ مٹّی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے لوگ، قبر کو بھر دیتے تھے اور پھر وہ خالی ہو جاتی تھی۔ آخر لوگوں نے دعا کی تو اس کرامت کا ظہور بند ہوا۔ (دعواتِ حق جلد ۱ صـ۱۹۷)

ارشاد فرمایا: جو لوگ سوشلزم، سیکولرزم اور لادینیت کی باتیں اس ملک میں کرتے ہیں۔ وہ ذرا یہاں ان مسلمانوں کے مجمع میں ایسی باتیں کہہ دیں کہ ان کی کیا گت بنتی ہے۔ ہمیں یہ ملک اسلام کی خاطر خدا نے دیا ہے۔ بنگلہ دیش والوں نے کافروں کے قدموں کو پکڑا۔ خدا ان کے ساتھ جو سلوک کرے گا وہ تو ہے ہی، اس دنیا میں مجیب کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتنی ڈھیل نہیں دیتا، اس لیے ہم اپنے وزیر اعظم بھٹو سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ایسی آوازوں کے بارے میں اپنا موقف واضح کر دو اور سوشلزم، اسلامی سوشلزم کے نعرے بلند کرنے والوں کی زبانیں کھینچ لو ورنہ خدا کی گرفت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور خود آج ان لوگوں کی آپس میں جو حالت بنی ہے کیا وہ عبرت کی بات نہیں۔ ؏

خدا شرّے برانگیزد کہ خیرِ ما دراں باشد

(دعواتِ حق جلد ۱ صـ۴۴۳)

ارشاد فرمایا: میرے بھائیو! ایاز نے ہمیں ایک عجیب سبق دیا ہے کہ ایک فرمانبردار غلام اپنے آقا کی کس طرح اطاعت کرتا ہے؟ ایک غلام تعمیلِ حکم کی حکمتوں کا خیال نہیں کرتا۔ ہمیں تو تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور اپنی ہر مرضی اور خواہش کو آقا کی مرضی پر قربان کرنا چاہیئے۔ ؏

کارِ عاشق خون خود بر پائے جاناں ریختن[2]

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ۱۹۵)

---

[1] پہلا مصرعہ یوں ہے:۔ کارِ معشوقاں نمک بر زخمِ پنہاں ریختن (رفاقی) [2] ایضاً۔ (رفاقی)

ارشاد فرمایا: ایک ایک نعمت خدا نے دی ہے، زائل ہو جائے تو ڈاکٹروں کے پیچھے پھرتے ہو، دوائیاں خریدو، ہسپتالوں میں پڑے رہو، تب خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر آجاتی ہے۔ یہ رمضان شریف کا مبارک ماہ میں بھی اسی رحمت کا ظہور ہے، وہ ہماری بخشش کے لیے بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ ؏

مغفرت را بہا نہ می طلبد[1]

(دعوات حق جلد ۲ ص ۲۰۱)

ارشاد فرمایا: بھائیو! فتنوں کی آگ آج بھی بھڑک رہی ہے، دین کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے خود کرنی ہے، لیکن اگر اس آگ کے بجھانے کے لیے ان پرندوں کی طرح ایک قطرہ بھی اس پر ڈالنا چاہا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر دے گا۔ وہ آگ اگرچہ ہمارے قطروں سے نہیں بجھے گی مگر ہمارا اخلاص تو ظاہر ہو جائے گا۔ اور ایک شخص ہے کہ وہ دین کا مخالف ہے، چھپکلی کی طرح آگ کو بھڑکانا چاہتا ہے، دین سے لاپرواہ ہے مگر بدبخت ہے، اس کی پھونکوں سے کیا ہوگا؟ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(دعوات حق جلد ۲ ص ۲۱۹، ۲۲۰)

ارشاد فرمایا: محترم بھائیو! کجا ہم جیسے ناچیز اور کجا آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شان ہے، خدا کے نزدیک تو ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا اور خدا کی صفتیں تو خلق کے اندر ہیں۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ خدا کی شان یکتا ہے، بے نظیر ہے، بے مثل ہے، مگر خدا کے تمام مخلوقات میں خواہ کوئی بھی مقرب مخلوق ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

؎ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(دعوات حق جلد ۲ ص ۳۰۸، ۳۰۹)

ارشاد فرمایا: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت زیدؓ کا بیٹا جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا[2] ـــــ انہی زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں اٹھایا، ایک جانب ان کو اور دوسری جانب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تو سید شباب اهل الجنة کے مصداق تھے ـــــ جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بیٹے۔ اور وہ فاطمہؓ جن کے بارے میں فرمایا۔ فاطمة بضعة منی۔ فاطمہؓ میرے دل کا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور دوسرے طرف ایک غلام زادے حضرت اسامہؓ کو، اور ساتھ یہ فرماتے ہیں: اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان دونوں سے محبت فرما، اور ان سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں کے ساتھ محبت رکھیں۔ ـــــ اللہ ربی ـــ آج بھی دنیا مساوات مساوات کا نعرہ بلند کرتی ہے ؏

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

عمل کے میدان میں دنیا صفر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت اور اپنے کردار سے عمل سے بتلایا کہ مساوات ایسی ہوتی ہے۔

(دعوات حق جلد ۲ ص ۳۲۴، ۳۲۵)

ارشاد فرمایا: مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا ایسا آسان ہے مگر اسے نباہنا مشکل ترین کام ہے۔ کیونکہ اس دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں اس کی مرضی کی خاطر فروخت کر دیا، پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ جو چیزیں ہم نے بیچ دیں وہ بھی ہماری نہیں بلکہ اسی کی دی ہوئی تھیں، اور اگر ہم نے یہ سب کچھ اس کی راہ میں قربان کر بھی دیا تو اسی کا تھا، کیا کہ اس کے بدلے جنت کے طلبگار ہوں ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(دعوات حق جلد ۲ ص ۳۸۶)

ارشاد فرمایا: اسلام کی عمارت نماز کے ستون، روزہ کے ستون پر قائم ہوتی ہے، اور ستون نہیں نہ نماز نہ روزہ، تو خطرہ ہے کہ ایسا شخص اسلام سے باہر ہو جائے۔ امام ابو حنیفہؒ اسلیے فرماتے ہیں کہ کافر تو نہیں مگر اس پر خطرہ ہے کفر کا یخشی علیہ الکفر، اسلام کو مانو گے تو دروازہ بھی بڑا رکھو گے ؎

یا مکن با فیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ برانداز فیل

(دعوات حق جلد ۲ ص ۱۵۸)

۱؎ شعر کا دوسرا مصرع یوں ہے: مغفرت را بہا نہ می طلبد ۲؎ سورۃ الاحزاب آیت ۔۔

ارشاد فرمایا:۔ محترم بزرگو! یہ سیرت کا اجلاس ہے اور مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ محبت اور عقیدت کے جذبات پیش کیے جائیں۔ ع

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد[1]

ایک شاعر فرماتے ہیں کہ ایک چیونٹی کو خانہ کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوئی۔ تو چیونٹی کی کیا حیثیت ہے، وہ کہاں ان جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں کو طے کرکے خانہ کعبہ پہنچ سکتی تھی۔ کسی نے کہا اگر تجھے واقعی شوق ہے تو خانہ کعبہ کے کبوتر جو کبھی کبھی سیر کے لیے دور نکل جاتے ہیں، تو جب وہ کبوتر یہاں آجائیں تو ان کے قدموں میں چمٹ جاؤ وہ کبوتر اڑ کر تجھے بھی پہنچا دے گا۔ (دعواتِ حق جلد ۲ صفحہ ۳۲۳)

ارشاد فرمایا:۔ باقی یہ بات کہ لوگ حضرت حسینؓ کا ماتم کرتے ہیں اور باقی سب شہداء کو بھول چکے ہیں، تو یہ ایک لمبی داستان ہے۔ حضرت حسینؓ کو کوفہ کے لوگوں نے اور اپنے ساتھیوں نے ہزارہا خطوط بھیجکر طلب کیا۔ میدان میں پہنچ گئے تو انہی خطوط بھیجنے والوں کو مقابلہ میں پایا۔ تو خطوط کی بوری سے خط نکال نکال کر پوچھنے لگے کہ اے فلاں! کیا تم نے یہ خط نہیں بھیجا تھا اور مجھے یہاں نہیں بلایا تھا؟ مگر اب وہ لوگ حکومت کا ڈنڈا دیکھ چکے تھے، لالچ دیکھ لیا تھا، انکار کر بیٹھے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں، ہم نے تو آپ کو نہیں بلایا۔ شیعوں نے منہ پھیر لیا، شیعہ وہ ہے جو دعویٰ کرے کہ میں سب سے پہلے اہلِ بیت پر قربان ہوں گا۔ تو یہ تھی ان کی پہلی قربانی حضرت حسینؓ کے لیے کہ انکار ہی کر بیٹھے وہاں حضرت حسینؓ کو شہید کرایا، پھر سر مبارک نیزہ میں اٹھا کر دمشق لے گئے۔ ادھر یزید نے دیکھا تو سٹپٹا گیا، اور قاتلوں کو سرزنش کی اور کہا کہ میں نے تو تمہیں محصور کرکے زندہ پیش کر دینے کا حکم دیا تھا قتل کرنے کا تو نہیں کہا تھا۔ ادھر خدا بھی ناراض ادھر حکومت کو راضی کرنے کے لالچ میں سب کچھ کیا۔ تو حکومت کی طرف سے بھی مار پڑی اور یزید نے لعنت ملامت کی کہ یہ جرم کیوں کیا؟ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

(دعواتِ حق جلد ۲ صفحہ ۴۰۹)

ارشاد فرمایا:۔ عالمگیرؒ کے حالاتِ علم و تقویٰ آپ کو معلوم ہے۔ ایک بہروپیے نے مذہبی لبادہ اوڑھ کر اسے دھوکا دینا چاہا۔ عالمگیرؒ نے بڑی رقم ہدیہ پیش کیا، اس نے لینے سے انکار کر دیا، پھر اصل صورت میں سامنے آکر انعام مانگنے لگا کہ اب تو تمہیں دھوکہ دے دیا ہے۔ عالمگیرؒ نے کہا کہ اس وقت تو اس سے بڑی رقم ہدیہ کر رہا تھا اسے کیوں نہ لیا؟ کہا کہ دل میں آیا کہ فقیروں اور زاہدوں کے مصلّی پہ بیٹھا ہوں۔ زہد و تقویٰ سجادہ پر میری وجہ سے دھبّہ لگ جائے گا، اس کی لاج رکھ لی اور بڑی رقم ٹھکرا دی۔ وہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

یا مکن با فیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ برانداز فیل

(دعواتِ حق جلد ۱ صفحہ ۴۶۹)

ارشاد فرمایا:۔ اس مقصدِ جلیلہ (علم) کے حصول کی خاطر آپ کو دل میں پہلے سے فیصلہ کرنا پڑے گا کہ خواہ دنیا پلٹ بھی جائے، جتنی نزاکتیں، شدائد اور تکالیف بھی آئیں آپ ہمت نہ ہاریں گے اور اور اس دین کو حاصل کریں گے، اس کی حفاظت کی سعی کریں گے۔ ع

یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید[2]

خدا کی توفیق اگر شاملِ حال ہو، عزم صمیم، مضبوط ارادہ اور بلند ہمتی موجود ہو تو ان اسلاف اکابر اور اساتذہ و شیوخ جتنا بلند مقام دنیا و آخرت میں آپ کو بھی نصیب ہوگا۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کا وعدہ ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ صفحہ ۵۹۹)

ارشاد فرمایا:۔ دل میں خلوص پیدا کرو کہ اے اللہ! تیرے دین کو فتنوں کے سیلاب نے آگھیرا ہے، دشمنوں کی یلغار ہے، تیری رضا اور تیرے دین کی خاطر ہی اس راہ میں زندگی لگاتا ہوں۔

دوسری چیز اس راہ میں تقویٰ ہے کہ یہ علم کی دولت تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو نصیب ہو سکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ کو اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے نسخہ بتلا دیا کہ علم خدا کا فضلِ عظیم ہے اور یہ گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ہر قسم کے منکرات اور معاصی سے اجتناب نہ کریں ؎

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
فان العلم فضل من اللہ
وفضل اللہ لایعطی المعاصی

(دعواتِ حق جلد ۱ صفحہ ۶۰۰)

---

[1] پورا شعر اس طرح ہے ؎ مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد — دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید (رفاقی)

[2] پہلا مصرعہ یوں ہے ع دست از طلب نہ دارم تا کامِ من بر آید (رفاقی)

ارشاد فرمایا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب و غریب خوبصورت عورت کو دیکھا، اُس نے کہا میں تمہاری حور ہوں، مگر وہ آنکھوں سے اندھی تھی، حضرتؒ نے فوراً فرمایا کہ بھئی تم نماز پڑھنے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو اور یہ طریقہ سُنّت کے خلاف ہے۔ کیونکہ کمال تو یہ ہے کہ دُنیا کے بازار گرم رہے مگر عاشق کا خیال محبوب ہی کی طرف ہو۔ تمہیں کسی کا دھیان ہے تو اُس بھرے بازار میں چلتے ہوئے تمہاری توجہ اِدھر اُدھر کی چیزوں کی طرف نہ ہوگی۔ تو خدا چاہتا ہے کہ میرے بندہ کی آنکھیں کھلی رہیں مگر دل میری طرف ہو، اس حال میں بھی خشوع و خضوع کو قائم رکھے ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۲۳۱)

ارشاد فرمایا۔ اور اگر سامنے ایک بلند اور غیر فانی مقصد ہو، دوسرے جہاں کا یقین ہو تو پھر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حالت ہوتی ہے کہ اللہ کے بندے کو سُولی پر چڑھایا گیا، نیزوں سے چھلنی کیا گیا، مگر سُولی پر کہتا رہا کہ ؎

ولست ابالی حین اقتل مسلما
بایۃ شق کان فی اللہ مصرعی
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع

اللہ کے حکم کی تعمیل میں میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کیا باک ہے؟ وہ چاہے گا تو ان ٹکڑوں پر اپنی برکتیں نازل کر دے گا۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۴۲)

ارشاد فرمایا۔ قبر ہر روز صدا دیتی ہے کہ:۔

انا بیت الغربۃ ، میں وحشت اور تنہائی کا گھر ہوں۔
انا بیت الظلمۃ ، میں اندھیروں کی جگہ ہوں۔
انا بیت الدود ، میں کیڑے مکوڑوں کی جگہ ہوں۔

تم اپنے گھر میں بستر اور روشنی کا انتظام کرتے ہو، میں مٹی کا گھر ہوں یہاں نہ بستر ہے نہ روشنی، یہاں کے لیے بھی بستر لاؤ، قبر کو روشن کرنے کا سامان لاؤ۔ اور کامیاب زندگی والا ہر وقت موت کے لیے تیار رہتا ہے اس نے وہاں کے لیے اسباب و سامان کا انتظام کیا ہوتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہیں، آخری وقت اپنے پرائے روتے ہیں، مگر وہ کہتے ہیں کیوں روتے ہو؟ ہنسو خوشی مناؤ، غم مت کرو، میں تو اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوستوں سے ملنے والا ہوں ؎

غدا القی الاحبۃ
محمداً و حزبہٗ

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۴۷۵)

ارشاد فرمایا۔ اس کتاب بخاری شریف کے ختم میں بے حد فوائد اور برکات ہیں۔ علماء نے تجربہ سے لکھا ہے کہ کوئی بڑی مشکل اور مصیبت پیش آئے اور مشکل حل کرنے کی نیت سے بخاری شریف کا ختم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان کر دیتے ہیں۔ طاعون کی وبا ہو، قحط ہو اور کسی گھر میں بخاری شریف کا ختم ہو جائے تو اس گھر میں طاعون کی وبا داخل نہ ہوگی۔ بارش نہ ہو تو اس کی برکت سے اللہ خشک سالی دُور فرما دیتے ہیں۔ یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال ہیں اور حضورؐ کی شان بھی تو وہ ہے جو آپ کے چچا ابو طالب نے بیان فرمائی ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمسنی کا زمانہ تھا، آثارِ سعادت چہرۂ انور سے نمایاں ہوتے تھے۔ بارش بند ہوئی تو ابو طالب نے آپ کو دیوارِ کعبہ کے ساتھ کھڑا کر دیا اور کہا کہ اے اللہ! اس پاک معصوم اور نورانی چہرہ کی برکت سے بارش برسا، اسی وقت بادل آئے اور بارش برسی۔ تو ابو طالب نے اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۳۲۱)

ارشاد فرمایا:۔ رمضان شریف کا مہینہ خوش قسمت لوگوں کے لیے رحمتوں اور مغفرت و بخشش کا پیغام ہے۔ اس پیغام کے مطابق جس نے مغفرتِ خداوندی حاصل کرنے کی سعی کی اللہ تعالیٰ نے اُسے کامیاب کر دیا، اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ع

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل

قسمت یاوری نہ کرے تو پیر اور اُستاد بہت کامل بھی ہو تو کیا ہوتا ہے، کہ ع

خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

بدنصیب دریا کے کنارے سے بھی پیاسا آجاتا ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۱۰۲)

ارشاد فرمایا:- ایک طالب علم جو کتاب نہیں سمجھتا مگر اپنے کو نا سمجھ تصور کرتا ہے تو اس کا عالم بننا ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو جاہل سمجھ رہا ہے۔ آج بے شوق ہے، محنت نہیں کرتا لیکن آخر ایک دن فکر مند ہو کر کام پر لگ جائے گا، وہ سوچے گا کہ علم کی خاطر گھر اور وطن چھوڑا ہے اب وقت کیوں ضائع کروں، اور پڑھنے لگ جائے گا، کیونکہ اس کا اپنے متعلق نا سمجھ ہونے کا عقیدہ ہے۔ مگر جو شخص خود کو سب سے اچھا اور سمجھ دار گمان کرتا ہو اس کا عالم بننا ناممکن ہے اور اس کی اصلاح مشکل ہے ؎

ہر کس کہ ندا و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدھر بماند

(دعوات حق جلد ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

ارشاد فرمایا:- الغرض عبدیت کا معنیٰ کمال تذلل ہے، جس شخص میں جس قدر عبدیت بھی ہوگی اسی پر اتنا ہی قبولیت کا نتیجہ مرتب ہوگا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ادنیٰ غلام ایاز نے جب اپنے آقا (بادشاہ) محمود غزنویؒ کے ہر حکم کی تعمیل میں عبدیت (بمعنی کمال اطاعت و کمال تذلل) اختیار کی تو اس کو قرب و اعزاز کا وہ مقام حاصل ہوا جو بڑے بڑے وزراء بھی حاصل نہ کر سکے۔

اصل قصہ یہ تھا کہ محمود غزنویؒ اپنے غلام ایاز سے محبت اور اس کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ایک موقعہ پر دیگر مقربین وزراء وغیرہ نے بادشاہ کے اس رویہ پر اعتراض کیا۔ تو ایک روز بادشاہ نے سب کو بلایا اور اپنی میز پر لعل و جواہرات سے مرصع ایک قیمتی گلاس بھی رکھوایا اور ایک ایک وزیر کو اس کے توڑنے کا حکم دیا، مگر ہر ایک کو بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تأمل ہوا کہ لاکھوں روپے کی مالیت کا نقصان کیونکر کیا جائے، مگر یہی حکم جب ایاز کو ملا تو اس نے بغیر کسی تأمل کے گلاس کو فرش پر دے مارا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بادشاہ غضب ناک ہوا اور کہا ایاز! تو نے یہ حرکت کر ڈالی اور لاکھوں روپے کا نقصان کیا۔ ایاز نے بجائے یہ کہنے کے کہ جناب! آپ کا ہی حکم تھا، فوراً روتے ہوئے معافی کی درخواست کی حضور! میں ادنیٰ غلام ہوں، کم عقل ہوں، یہ سراسر میری ہی غلطی ہے جس کی میں معافی چاہتا ہوں۔

محمود غزنویؒ نے وزراء سے فرمایا کہ تمہارا اور ایاز کا یہ فرق ہے۔ تمہیں حکم کی تعمیل میں تأمل تھا، ایاز کو حکم ملا تو بے سوچے سمجھے کر ہی ڈالا، اور جب ڈانٹ ملی تو اپنے ہی کو قصور وار ٹھہرایا۔ یہی وجہ تھی کہ آقا اپنے غلام کی عزت پر گرویدہ تھا ؎

محمود غزنوی کہ ہزاران غلام داشت
عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۱۲۲)

ارشاد فرمایا:- بعض اوقات فا تفصیل کے لیے آتی ہے جیسے کہ ترمذی کے دوسرے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ "اذا توضاء العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ"۔ یہاں فا تفصیل کے لیے مستعمل ہے۔ اور قرآن میں بھی متعدد مقامات پر تفصیل کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ مثلاً "للذین یؤلون من نساءھم تربص اربعۃ اشھر فان فاءوا" (الآیۃ) یہاں فا تفصیل یا تعقیب ذکری کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ حماسہ کا شعر ہے ؎

وابن شیخا قد تعوج ظھرہ
یمشی فیقعس او یکب فیعسر

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۱۵۸)

ارشاد فرمایا:- اس کے علاوہ حنفیہ حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث باب میں قلۃ کے معنی میں اضطراب ہے۔ قلہ لفظ مشترک ہے جس کے پانچ معنی مشہور ہیں (۱) راس الجبل (۲) قامت انسانی (۳) مٹکا (۴) جرار یعنی گھوڑا (۵) مشکیزہ۔

اب سوال یہ ہے کہ یہاں قلتین سے کیا مراد ہے۔ اگر دو پہاڑوں کی چوٹیاں مراد لی جائیں تو احناف بھی اس کے قائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک شعر منسوب ہے ؎

نقل الصخر من قلل الجبال
احب الی من منن الرجال

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۹۲)

ارشاد فرمایا:- فقال انھما یعذبان... الخ ھما کی ضمیر کا مرجع قبریں، جبکہ قبر اس مکان (لحد) کو کہتے ہیں جس میں میت رکھ دی جاتی ہے۔

بظاہر الفاظ حدیث اور ارجاع ضمیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب بھی قبر کو دیا جائے گا جو لحد اور مٹی ہے، حالانکہ جرم تو صاحب قبر نے کیا ہے تو سزا بھی اسے ملنی چاہیئے جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ یہاں مجاز بالحذف کے اصول کے مطابق ھما کی ضمیر صاحبین قبر کو راجع ہے۔ گویا اصل عبارت یوں ہے: مر علی قبرین

فقال انهما رای صاحبی قبرین) اس کو صفت [1] بھی کہتے ہیں، کہ جب ایک لفظ صراحۃً مذکور، ہو تو اس کا ایک معنیٰ ہوتا ہے، اور جب اس کو ضمیر راجع کر دی جائے تو اس کا معنیٰ لفظ کی مناسبت سے بدل جاتا ہے۔ تو یہاں بھی "قبرین" کو ضمیر کے راجع ہوتے کے پیش نظر "قبرین" کی مناسبت سے اس کا معنیٰ "صاحبی قبرین" ہیں اور اس کی نظیر کلام عرب میں بھی ملتی ہے ؎

اذا نزل السماء بارض قوم

رعیناه وان کانوا غضابا

مصرعہ اول میں "السماء" سے مراد بارش ہے لیکن جب اس کو دوسرے مصرعے کے "رعیناه" کی ضمیر راجع کو دی جائے تو مراد اس سے گھاس ہے۔

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۳۱۶)

ارشاد فرمایا:- جب صحابۂ کرامؓ ہجرت کرکے مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو ان میں سے اکثر بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بخار ہوا اور حضرت بلالؓ کو بھی، دوسری طرف فطری تقاضے کی بنا پر نہیں اپنے شہر مکہ مکرمہ کی یاد بھی ستاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق بخار کی حالت میں یہ شعر گنگنایا کرتے تھے ؎

کل امرئ مصبح فی اهله

والموت ادنیٰ من شراك نعله

اہل عرب رات گذار کر جب ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے صبحك الله بخیر کیف اصبحت بخیر اهلا۔

حضرت بلالؓ بخار سے صحتیاب ہونے کے بعد فرمایا کرتے ؎

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة

بواد وحولی اذخر وجلیل

وهل اردن یوما میاه مجنة

وهل یبدون لی شامة وطفیل

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۳۳۰)

ارشاد فرمایا:- بعض صوفیا حضرات نے فرمایا ہے کہ سورۂ کلاب کی تطہیر میں سات کے عدد کی رعایت اصحاب کہف کی تعداد "سات" کے ساتھ خوب منطبق ہوتی ہے۔ ایک کُتے نے اصحاب کہف کے ساتھ رہ کر ایک عزت اور عظیم شرف حاصل کر لیا ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند

پئے نیکاں گرفت و مردم شد

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۰۶)

ایک صاحب نے عرض کی کہ ایام حج میں یہ امر غالب ہے کہ ایک بار حضرت تھانویؒ کے ترجمہ و تفسیر کا کامل مطالعہ کروں، ارشاد فرمایا یہ نُورٌ علیٰ نُور ہے اس سے علمی و روحانی کیفیات کی باطنی توجہات میں انابت پیدا ہوگی اس سے بہتر کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن سے تعلق گویا قرآن بھیجنے والے کے ساتھ تعلق ہے، آپ ماشاء اللہ نوجوان ہیں تعلیمیافتہ ہیں۔ اصل انابت الی اللہ کا وقت تو جوانی ہے ؎

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست [1]

(صحبتے با اہل حق ص ۴۷)

ارشاد فرمایا:- (ہر طرف) فسادات ہیں، کوئی امن نہیں، مسجد جاتے ہوئے یہ اطمینان نہیں ہے کہ گھر سلامتی سے پہنچا جائے گا۔ بدامنی کا دور دورہ ہے، یہ سب قیامت کی علامات ہیں، شیاطین اور اشرار کی کثرت اور ان کا غلبہ ہے۔ یہ سب ہمارے اعمالِ بد، خدا فراموشی اور گناہوں کا ثمرہ ہے۔ ع

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

(صحبتے با اہلِ حق ص ۱۸۸)

ارشاد فرمایا:- ایرانی انقلاب کے بعد ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوّلین جان نثار مہاجرین و انصار حضراتِ صحابہؓ کے خلاف سب و شتم، کردار کشی اور بہتان طرازی کی زبردست مہم جاری ہے اور وسیع پیمانے پر لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے۔ جماعتِ صحابہؓ کے خلاف جو کچھ کیا گیا ہے یا جو کچھ کیا جا رہا ہے یہ کوئی نیا اقدام نہیں ہے اور نہ تاریخ میں کسی نئے باب کا اضافہ ہے، بلکہ جب سے دُنیا قائم ہے تب سے حق و باطل بر سر پیکار ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

(صحبتے با اہلِ حق ص ۲۸۴)

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه

محمد و آله وصحبه اجمعین

---

[1] پورا شعر یوں ہے ؎

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست

وقت پیری گرگِ ظالم میشود پرہیزگار